ساداتِ گردیزی خدام و گدی نشینان حضرت سیدنا خواجہ معین الدین کے معمولاتِ عزاداری محرم الحرام

صاحبزادہ سید لیاقت حسین معینی ☆

نائب الرسول اللہ فی الہند پیرانِ پیر خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین حسن چشتی المعروف بہ غریب نوازؒ کا مرکز ہر قوم و ملت بالخصوص جنوبی ایشیا میں ایک ممتاز و منفرد زیارت گاہ کا درجہ رکھتا ہے۔

نجیب الطرفین حضرت خواجہؒ کا اصل نام حسن جائے پیدائش سنجر (ایران) تھی ۔نشو و نما خراسان میں ہوئی۔ اوائل عمر میں ہی یتیمی سے داغ اور منگولوں کے ظلم و ستم کا مشاہدہ قلب خواجہ پر اثر انداز تھا کہ اچانک حضرت ابراہیم قندوزی کی ملاقات اور ایک نگاہ کے ساتھ ایک نوالہ کھَل نے قلب میں پنہاں سوز و گداز کو اجاگر کردیا۔ علائق دنیاوی کو راہ خدا میں تقسیم کر کے حصول علم کے لیے اس دور کی ممتاز دانشگاہوں، مذہبی ثقافتی مراکز سے خود کو سیراب کیا منازل سلوک کی تلاش میں رواں دواں بالآخر بغداد میں سلسلۂ چشت کے جید بزرگ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ خدمت مرشد میں سالہا سال مجاہدے کیے، روحانی تربیت حاصل کی۔ بہت سے سفر کیے دوران طواف کعبۃ اللہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئے اور دربارِ مصطفوی سے مشائخ بحر و بر کا طرۂ امتیاز اور ولایتِ ہند سے سرفرازی حاصل کی۔ اور بحکم سرکارِ مدینہ بہ جانب ہندوستان کوچ فرمایا۔

دورانِ سفر متعدد اولیائے کرام سے شرف ملاقات کیا اور بے شمار بزرگانِ دین کے آستانوں و مزارات پر حاضری دی۔ ہمدان رفرقان راصفہان ہرات رچشت رسبزوار رغزنی ر لاہور رسمانہ ر دہلی ر نارنول میوات ہوتے ہوئے ۱۱۹۰ کے آس پاس اجمیر القدس نزول فرمایا۔ عام روایت کے مطابق دس محرم بروزِ عاشورہ یہاں پہنچے۔ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی، تعلیمات اور مثالی کردار سے عوام الناس کو متاثر کیا اور سلسلۂ چشتیہ کو فروغ دیا۔ آپ کی نگاہ میں طاعتِ عظمیٰ یہ ہے کہ ”درماندگان را فریاد رسیدن وحاجت بے چارگان رواکردن و گرسنگاں راسیر گردانیدن“ آپ کے نزدیک قرب حق

☆ گدی نشین خواجہ صاحب، درگاہ شریف اجمیر، ریڈر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ علی گڑھ

کی علامت ہے۔ ’’اول سخاوتی چوں سخاوتِ دریا، دویم شفقتی چون شفقت آفتاب، سویم تواضع چون تواضع زمین‘‘ پھر فرماتے ہیں چون ما از پوست بیرون آمدیم و نگاہ کردم عاشق و معشوق و عشق یکی دیدیم یعنی در عالم توحید یکست‘‘۔

حبِّ حسین کے سلسلہ میں یہ مشہور رباعی آپ سے منسوب ہے۔

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ   دین است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ
سرداد، نداد دست در دستِ یزید   حقا کہ بنائے لا اِلٰہَ است حسینؑ

کچھ حضرات اس پر شک کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ رباعی حضرتِ خواجہ اجمیری کی ہے لیکن کلام خود بولتا ہے کہ کس کا ہے۔ آخری مصرعہ میں لا اِلٰہَ (لا الٰہ) چشتیوں کا خصوصی وظیفہ ہے۔ اور اس کو شعر میں اس طرح خواجہ صاحبؒ کا ادا کر سکتے تھے۔ اس شعر سے نبی کریمؐ کی اس حدیث کی طرف بھی ذہن منتقل ہوتا ہے کہ:

حسین منی و انا من الحسن: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

علاوہ ازیں آپ کی پہلی شادی شہر کے مشہور سادات گھرانہ میں بحکم سرکارِ دو عالم اور بہ اشارۂ حضرت امام جعفر صادقؑ ہوئی۔ سید وجیہ الدین مشہدی جو کہ شہید میران سید حسین خنگ سوار کے چچا تھے ان کی دخترِ نیک آپ کے نکاح میں آئی۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ کی اہل بیت اطہار سے نسبت اور محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اجمیر میں تارا گڑھ پہاڑ پر (گنج شہیدان و میران سید حسین شہید کا مزار) اور آس پاس کی پہاڑیوں پر اور دامنِ کوہ میں اڑھائی دن کے ’جھونپڑہ‘ اور درگاہ خواجہ کے آس پاس لاتعداد شہیدوں کے مزارات ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ خطہ شہداء کا مرکز و مسکن رہا ہے اور یہاں ماہِ محرم میں عزاداری اور دیگر مراسم ہوتے رہے ہیں۔

تاریخی شواہد کے اعتبار سے قدیم ترین حوالہ محرم شریف سے متعلق پندرھویں صدی کے نصف آخر کا ہے۔ ۱۴۵۵ء میں محمود خلجی نے اجمیر کو راجپوتوں سے حاصل کیا اور تب شیخ حسین ناگوری (اولاد صوفی حمید الدین ناگوری) نے سالہا سال یہاں آستانۂ عالیہ اور خدام خواجہؒ کی خدمت کی۔ ان کے ایک خلیفہ شیخ احمد مجد شیبانی نے جو عالم دین بھی تھے لکھا ہے کہ ’’بروز عاشورہ رنج و غم کا پیکر نظر آتے تھے اور یادِ شہدائے کربلا میں شربت تیار کر کے مٹکوں میں اپنے سر پر رکھ کر سادات (خدام) کے محلے

میں لے جاتے جہاں نوحہ خوانی میں شریک ہوتے''۔ لگتا ہے کہ سادات گردیزی اور خدام خواجہ صاحب، اپنے جد حضرت خواجہ سید فخر الدین گردیزی کے زمانے سے ہی جو خادم خاص اور عم زاد برادر خواجہ کے تھے اور ان کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے، ان کے زمانہ سے ہی یہ معمولات ادا کرتے رہے ہیں۔

دورِ مغلیہ میں بھی اکثر حوالے محرم شریف کے متعلق ملتے ہیں۔ مغل بادشاہوں نے جب درگاہ وقف کو مستحکم کیا تو آستانۂ عالیہ پر ہونے والی مختلف تقاریب و مجالس کے لیے روزینہ مقرر کیے ۔ اور اس میں محرم شریف کے لیے ایک مخصوص رقم وقف ہوتی۔ ایک مرتبہ اورنگ زیب نے دورانِ قیام اجمیر کچھ شوروغل سنا معلوم ہوا کہ صدمے (علم و نشان) کا جلوس نکل رہا ہے (جو آج بھی ۷ محرم کو نکلتا ہے)۔ اورنگ زیب نے اس پر تنبیہ کے لیے کہا۔

یوم و شب عاشورہ کی تاریخی اہمیت اسلام میں واقعۂ کربلا سے قبل بھی تھی۔ انہی روز و شب میں اللہ تعالیٰ نے اکثر اپنے انبیائے کرام کو آفات و بلیات سے نجات دی تھی۔ ادائیگی نوافل، روزہ، تبدیلی غلاف کعبہ، کے مراسم انہی روز و شب میں انجام پذیر ہوتے تھے۔ واقعۂ کربلا نے اس دن کی اہمیت کو اور بڑھا دیا۔ اسی لیے صوفیوں خاص کر ہندوستان میں چشتیوں کے آستانوں اور خانقاہوں میں دونوں اعتبار سے اس دن کو اہمیت دی جاتی ہے۔

تقسیم ہند سے قبل اجمیر میں مختلف اقوام اپنے محلّوں میں تعزیہ داری کرتی تھیں اور امام باڑوں میں سوزخوانی۔ شہر میں گندیول شیخ زادوں، نبی کرانوں، لوہاروں، گھوسیوں، بنجاروں وغیرہ کے تعزیے یومِ عاشورہ پر نکلتے تھے۔ ان کے محلّوں میں ان کے اپنے امام باڑے تھے۔ تازہ گراج پر جہاں اب شیعہ حضرات آباد ہیں وہاں ماہِ محرم میں عزاداری اب بھی ہوتی ہے مگر ان سب میں نمایاں عزاداری سادات گردیزی خدام خواجہ کے محلّے نزد درگاہ ہوتی تھی جو اب بھی ہوتی ہے بلکہ اب تو صرف یہی اک جلوس تعزیہ محرم میں نکلتا ہے۔

تعزیہ داری کا یہ سلسلہ ان حضرات میں کب سے جاری ہے یہ بتانا تو مشکل ہے مگر کہا جاتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے اواخر میں جب گوالیار کے مبارز خان المعروف سندھیا مراٹھے سردار نے ۷۵۵ میں اجمیر پر قبضہ کیا تو چونکہ اس کے اپنے علاقے میں تعزیہ داری میں وہ خود شریک ہوتا تھا، اس کے زیرِ اثر یہ روایت یہاں کے لوگوں میں بھی آئی۔ میر عظیم اللہ متولی درگاہ مقرر ہوئے۔ یہ خود بھی ایک

خادم خاندان سے تھے۔ انھوں نے موجودہ تعزیہ کی بنیاد ڈالی۔ اور چند سال اس کو ذاتی رکھ کر، اس وقت کے خدام کی پنچایت کے حوالے کر دیا۔

تعزیہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اول تخت شریف، چوکور، کھلا مگر چہار طرف لمبے مینار سے۔ دوسرا حصہ بنگلہ شریف کہلاتا ہے جو کعبہ کی شکل میں ہوتا ہے مگر اوپر سے کھلا ہوا اور چہار طرف چھوٹے مینار۔ آخری حصہ گنبد شریف، جو کم و بیش گنبدِ خضراء کی عکاسی کرتا ہے اور اس سے کافی مماثلت رکھتا ہے۔ تینوں حصوں کو یکجا کر کے مضبوطی سے اندرونی ''بند'' باندھے جاتے ہیں اور تخت شریف کے نیچے لمبے موٹے بانس کو لگاتے ہیں تاکہ کاندھا دینے میں زیادہ لوگ حصہ لے سکیں۔ معمولی بانس کی ''کھپچیاں'' تعزیہ کے بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔ اس پر ابرک اور رنگ برنگی پنی کا استعمال ہوتا ہے۔ ماہِ ذی الحجہ سے محمود خلجی کے بنائے ہوئے بلند دروازے کے نیچے دالان اور صحن میں تعزیہ بننا شروع ہوتا ہے اور بعد میں اس کو جھالرہ کے کنارے آستانے کے جنوب میں واقع مقبرے میں (جسکو شاہ قلعی محرم امیر (عہدِ اکبری) نے اپنی تدفین کے لیے بنوایا تھا مگر وہ وہاں دفن نہ ہو سکا اور بعد میں اس میں نوابان رام پور نے حجروں کی توسیع کی) لے آتے ہیں اور ۷ محرم تک وہیں پر اس کو آخری شکل دی جاتی ہے۔

معمولات محرم الحرام

۱- ۲۹ ذی الحج یعنی چاند رات کو ''چوکی دھلائی'' کی رسم ہوتی ہے ایک چوکی و نیم (سفید غلاف مبارک مزار) آناساگر یا دیگر باؤلی میں دھوکر بعد نماز عصر لنگر خانہ آستانۂ عالیہ میں رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اس مقام پر مرثیہ و سلام ادا کر کے نیاز و نذر شربت او رمٹھائی پر کی جاتی ہے۔

۲- یکم محرم تا ۷ محرم روزانہ بعد نمازِ عشاء مزار مبارک کے معمول پورے ہونے کے بعد چھتری دروازے کے باہر دالان، راستہ، اور نعل اکبری کے سامنے مجالس کا انعقاد ہوتا ہے جن میں اول سوزخوانی، منقبت و سلام کا ہدیہ شہدائے کربلا اور اہلِ بیتؑ کو پیش کیا جاتا ہے۔ بعد اس کے واعظ اپنی تقریر میں تاریخ اسلام اور شہدائے کربلا کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ رات ڈیڑھ بجے تک رہتا ہے۔ ان مجالس کے جملہ اخراجات برائے روشنی، شیرینی وغیرہ انجمن خدام سیدزادگان کے زیرنگرانی ہوتے ہیں۔ مرثیہ حضرت خدام خواجہؒ کے ہی لوگوں کی پارٹیاں پڑھتی ہیں جن کو انجمن کی

جانب سے مدعو کیا جاتا ہے۔ دورانِ مجالس پورے عشرے تک انفرادی طور پر خدام جماعت کے لوگ تقسیم شیرینی وتبرک وغیرہ بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔

انیس و دبیر، جوش اور مقامی شعراء خاص کر خدام شعراء کے مراثی بڑے احترام وانہماک اور تکنیک کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں خاص کر وہ بند جن میں اہل بیت اطہار کی عظمت و شان بہادری، کردار، مظلومیت کا اظہار ہوتا ہے۔ چھتری دروازے کے اندرونی حصے پر پردہ لگا کر خواتین کے لیے خصوصی انتظام ہوتا ہے۔

۳- چند سال سے احاطۂ نور کے روبرو درگاہ شریف میں ۷ اور ۸ محرم کو بعد نماز ظہر محفل و مجلس شہادت منعقد ہوتی ہے جس میں سلام اور منقبتیں پیش کی جاتی ہیں۔

۴- ماہِ محرم کی اول جمعرات کو ''نوچندی'' کہا جاتا ہے اس دن سید صاحب کے گھر نئے مٹی کے کونڈوں میں مٹھائی، پھل خشک میوہ جات وغیرہ بھر کر حضرت عباس علمدار کی نذرِ فاتحہ ہوتی ہے اور شربت پر امام عالیمقام کی نذر منجملہ اہلبیت و شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے عطر، ہری پتی، پھول موم بتی وغیرہ دستہ پر رکھی جاتی ہے۔

۵- ۵ محرم الحرام کو ''چھوٹی ریوڑی'' پر اور ساتھ میں ہرے کپڑوں میں سکہ باندھ کر رنگین کھجے پر نذر سید الشہداء کی جاتی ہے۔ اس سکے والے ہرے کپڑے کو امام ضامن کہتے ہیں۔ اسی دن حضرت بابا فرید گنج شکر خلیفہ خواجہ قطب الدین کاکیؒ (خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ اجمیری) کا عرس ہوتا ہے مگر قوالی احترام شہدائے کربلا میں نہیں ہوتی صرف میٹھی کھچڑی پر باباؒ کی فاتحہ دلا کر درگاہ میں انکے چلّے کو کھول کر زیارت کرادی جاتی ہے۔ ۶ محرم الحرام کو صبح ۹ بجے بیگمی دروازہ احاطہ نور میں حسب دستور ماہانہ چھٹی شریف اور رسم شجرہ خوانی ہوتی ہے اور دعا کے بعد تبرک تقسیم ہوتا ہے۔

۶- ۷ محرم الحرام کو صدے (الم نشان) کا جلوس کئی حضرات نکالتے ہیں اسی دن بعد نماز عصر خدام سادات چھتری گیٹ سے نشان لے کر ڈھول تاشہ جھانجھ کے ساتھ امام باڑہ (اندرون) محلّہ نصب کرتے ہیں اور مختصر ہدیۂ سلام مرثیہ پیش کرتے ہیں۔

اسی رات کو بعد نماز مغرب تعزیے پر مہندی چڑھائی جاتی ہے۔ دراصل اس رات کو تعزیے کو مکمل کر کے مقبرے میں رکھ دیا جاتا ہے اور رسمِ مہندی بیاد حضرت قاسم ابن حسن ادا کی جاتی ہے۔ ہر گھر سے خدام سادات کی تیار کردہ مہندی میں مالیدہ، مہندی موم بتی وغیرہ رکھ کر تعزیہ کے سامنے نذر

کر کے دعا ہوتی ہے اور منت ادا کیجاتی ہے۔ یہ سلسلہ دیر شب تک چلتا رہتا ہے یہ صاف ہندوستانی رسم ہے۔ ۸ محرم کو تعزیے کے تینوں حصوں کو پھر علاحدہ کر کے بعد ظہر مقبرے سے بلند دروازے کے پاس لے جایا جاتا ہے جہاں بعد عصر اسے دوبارہ یکجا کر کے آخری شکل دے کر بعد مغرب سہروں اور ہاروں پھولوں سے لاد کر آستانۂ عالیہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔

۷۔ اسی شب میں بعد معمول آستانہ (۱۰ بجے سردیوں میں ساڑھے پانچ بجے) پہلی سواری تعزیہ کی اس مقام سے روانہ ہوتی ہے (آنے والی تینوں شبوں میں جلوس اسی وقت نکلتا ہے) سواری کے ساتھ ہی سوز خوانی کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اول شب سے ایک مقامی بزرگ کا سلام پڑھا جاتا ہے جو منکرِ تعزیہ تھے مگر ایک کرامت سے معتقد ہوئے۔

تری جناب میں کیونکر سلام ہو یا شاہ
کٹا کے سر کو کہے لاالہٰ الا اللہ

اس کے بعد خواجہ اجمیری کی رباعی شاہ است حسین، کچھ مرثیے اور آخر میں مرثیہ ''رخصت کا زمانہ ہے حرم میں ہے سواری'' پڑھا جاتا ہے۔ قریب ۱۲ بجے تک جلوس لنگر خانہ گلی سے ہوتا ہوا چھتری گیٹ پر لے جایا جاتا ہے۔ ماتم سے قبل ''دیکھو تو کربلا میں عجب زلزلہ پڑا'' نظم پڑھی جاتی ہے ماتم ڈھول نقارہ بجا کر کیا جاتا ہے اور خادموں کی یہ جماعت ''حویلی متولی'' کی جانب کی جاتی ہے۔ محل کے چبوترے پر ہی ۹ محرم کو بعد عصر اطراف کے گھروں سے گھی روٹی شکر شربت لایا جاتا ہے اور فاتحہ نذر ہوتی ہے۔ اسی شب کو اسی انداز سے بعد معمول آستانہ ثار شریف یعنی تعزیہ کو چھتری دروازے سے امام باڑے لے جایا جاتا ہے اور نصف شب ماتم کے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔ ''جنازہ شریف یا کربلا'' چھتری دروازے پر ہی رہتا ہے۔ اسی شب امام باڑے میں بعد ماتم پیڑوں پر نذر ہوتی ہے۔ سیدوں اور کچھ دیگر لوگوں کو منت کے تحت پھلوں اور سکوں میں تولا جاتا ہے۔ پاؤوں میں اور ہاتھوں میں چاندی سونے کی بیڑی اور ہتھکڑی پہنی جاتی ہے۔ بہ یاد امام زین العابدین اور منت بھی ادا ہوتی ہے۔

اسی شب ڈھائی دن کے جھونپڑے کے پاس ''ڈولہ'' نکلتا ہے اور سوزخوانی ہوتی ہے۔ اس وقت عجب کیفیت ہوتی ہے آس پاس مجالس ذکرِ حسینؑ ہوتی رہتی ہیں اسی شب میں خدام درگاہ شریف میں نوافل عاشورہ ادا کرتے ہیں اور دیگر عبادات کرتے ہیں۔

یومِ عاشورہ

دس محرم علی الصبح ساڑھے آٹھ بجے احاطۂ نور میں نزد جنازہ و کربلا شریف ''شہادت نامہ'' پڑھا جاتا ہے جس میں واقعات کربلا اور قربانی و شہادت حسینؑ کا پُرسوز تذکرہ ہوتا ہے اور مجلس میں گریہ و زاری ہوتی ہے۔ ساڑھے بارہ بجے اس کے ختم ہونے پر نزد جنازہ شریف چھتری گیٹ پر ''بشر'' مرثیہ پڑھا جاتا ہے جس میں شہادت علی اکبر اور دردِ امام حسینؑ کا ذکر ہوتا ہے۔

آستانۂ عالیہ پر مجلس قل و عرس مجالس سبھی کا، خاتمہ دن میں ایک یا ڈیڑھ بجے ہوتا ہے۔ یہ مخصوص رسم اس درگاہ کی ہے۔ اس طرح یومِ عاشورہ کا خاتمہ ہوتا ہے۔

رات میں تعزیے کی سواری امام باڑہ سے ہوکر خادم محلّہ لنگر خانہ گلی سے گزر کر مین گیٹ پر ۴ بجے پہنچتی ہے اس سے قبل یہ جلوس شہر کے باہر قبرستان جاتا تھا جہاں صبح تعزیہ سیراب کر دیا جاتا تھا۔ مگر اب حالات و تعمیراتِ شہر کی وجہ سے اس جلوس کو اندرونِ محلّہ ہی کردیا گیا ہے ۱۲ بجے تعزیہ جب چھتری گیٹ پہنچتا ہے تب جنازہ شریف کی سواری اس کے آگے کرکے نوحہ پڑھا جاتا ہے۔ کربلا کے مسافر نہ آئے، بعد اس کے دیگر مراثی پڑھے جاتے ہیں۔ مین گیٹ پر ماتم کیا جاتا ہے اور ''منزل'' (چاروں طرف سے تین مرتبہ طواف) تعزیہ و کربلا شریف کو دی جاتی ہے اس کے بعد کمانی گیٹ سے نکل کر یہ جلوس سولہ کھمبا میں پہنچاتے جہاں تعزیے پر آخری سلام پیش کرکے پھر اس کو دو حصوں میں کردیا جاتا ہے اور قبل از صبح جھالرہ میں سیراب کردیا جاتا ہے۔ جنازہ شریف کو ڈھانک کر واپس حویلی لاتے ہیں اور آئندہ سال کے لیے رکھ دیتے ہیں اس وقت توشہ کی روٹی پر، (ایک خاص بسکٹ جو اس موقع پر بنتا ہے) نذر کرکے تقسیم کی جاتی ہے۔

تیجہ (تیسرے دن) ۱۲ محرم کو کھیر اور توشہ کی روٹی نذر کے بعد رشتہ داروں میں تقسیم کی جاتی ہے اسی شب آخری محفل چھتری دروازے پر ہوتی ہے جس میں مابعد کربلا کے واقعات کے بیان کے بعد دیر شب میں سلام نذر کے بعد فاتحہ ہوتی ہے۔ حال ہی میں گیارہ، بارہ محرم کی شب میں بزمِ منقبت ہونے لگی ہے وگرنہ اس سے قبل یہ رات خالی چھوڑ دی جاتی تھی تاکہ کئی روز کی شب بیداری کے بعد آرام ہو سکے۔

خصوصیات محرم سیدزادگان

۱۔ تیرہ دن یعنی ۱۳ محرم تک محفل قوالی موقوف رہتی ہے تا کہ چہلم تک ہونے والی مجالس و سوز خوانی ہوتی رہے اورمیلاد شریف بھی نہیں کیا جاتا ہے کہ یہ خوشی کا اشارہ ہے۔ اس دوران شادی بیاہ تو درکنار حج سے آنے والے حضرات کو بھی پھولوں کے ہار وغیرہ نہیں پہنائے جاتے ہیں، صرف عطر پیش کردیا جاتا ہے۔ دسویں اور بیسویں کے موقعہ پر مجالس کا اہتمام اور نذر نیاز کی جاتی ہے۔

۲۔ تعزیہ کی سواری میں از حد ادب اور خشوع و خضوع ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ کندھا یا سواری دینے والے خدام خواجگان ہی ہوتے ہیں۔ برہنہ سر و برہنہ پا، باوضو، آس پاس کوئی بے ادبی یا گستاخی سامنے نہیں آتی۔ مشعل روشن رکھی جاتی ہے۔ اور مرثیہ خواں مرثیہ پڑھتے چلتے ہیں۔ تبرکاً لوگ کندھا دیتے ہیں اور مرثیہ خواں حضرات کو نذر۔

تعزیے کو عام طور پر ’’آثار شریف‘‘ کہا جاتا ہے اور اس پر چاروں طرف سے پھول، میوے، نوٹ اور سنہری کاغذوں کے سہرے اور ہار ڈالے جاتے ہیں۔ یہ سب عام طور سے خدام کرتے ہیں۔ مگر شہر کے دوسرے مسلمان بھی کرتے ہیں۔ سواری کے راستے میں جگہ جگہ چائے کافی شربت وغیرہ تقسیم ہوتا ہے۔ اہل ہنود حضرات بھی اس کے نیچے سے نکلتے ہیں کندھا دیتے ہیں اور ہار پھول پیش کرتے ہیں۔

چہلم تک اکثر وبیشتر گھروں میں مجالس ہوتی ہیں اور ’’حلیم‘‘ متواتر پکائی جاتی ہے اور عام دعوت ہوتی ہے۔

کچھ چھوٹے تعزیہ ازراہ عقیدت و منت نئی نسل کے بچے بھی بناتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں ایک باورچی کا ’’چاندی کا تعزیہ‘‘ بھی لنگر خانے میں نکالا جاتا ہے اور سوز و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ چہلم پر چھوٹے پیالوں میں بارہ اماموں کی نذر کھیر پر ہوتی ہے اسی روز ایک ’’پھول پیالہ‘‘ چوکور شکل کا نکالا جاتا ہے اور شب میں مراثی و سوز خوانی کے ساتھ سیراب کردیا جاتا ہے۔

اس طرح ایک عظیم صوفی مرکز پر اہل بیت اطہار، اولادِ رسولؐ و علیؑ و امامین امت شہدائے کربلا شہدائے سادات کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور بے پناہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ ہرے کرتوں کے پہننے کا رواج عام ہے۔ عاشورہ تک زمین پر سونے کا بھی رواج ہے۔

اجمیر کے اکثر شعرا نے اہل بیت اطہار اور شہدائے کربلا کی شان میں قصیدے، منقبتیں سلام پیش

کیے ہیں۔ ان میں عبد الباری لعن کا سلام بہت مقبول ہے جو ہر مجلس کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

اے محمدؐ کے جگر پارے سلام
اے علی کی آنکھ کے تارے سلام
تونے اے دانائے رمزِ کائنات   دے کے جاں بتلا دیا رازِ حیات
دست فاسق میں دیا تونے نہ ہاتھ   تا ابد اونچی رہے گی تیری بات
اے محمدؐ کے جگر پارے سلام